

آزادی کے اسلامی تقاضے

۹ جنوری ۱۹۴۶ء کو رفروری سوشلٹک راولپنڈی کٹھنی کے اصلاخ جلم، گجرات، سرگودھا اور میانوالی کے ضلمی اجتماعات منعقد ہوئے۔ ان اجتماعات میں مرکزی طرف سے میں اور رفیق محترم جناب غازی محمد عبدالجبار صاحب شریک ہوئے۔ جماعت کے کاموں کا جائزہ لینے اور ارکان کو مناسب وقت ہدایات دینے کے علاوہ ہر مقام پر، ہر طبقہ کے اشخاص سے تبادلہ خیالات اور عام مسلمانوں کے اجتماعات میں لوگوں کو خطاب کرنے کے مواقع بھی ملے۔ خطاب عام کی تقریروں کے ضروری حصے مولوی فتح محمد صاحب قیم حلقہ راولپنڈی نے نوٹ کر لئے تھے۔ ان کی یادداشت کی مدد سے تقریر کے مختلف اجزاء کو ایک سلسلے میں مربوط کر دیا گیا ہے۔ مختلف مقامات کی مقامی اور وقتی ضروریات کے لحاظ سے تقریروں کے مطالب میں تھوڑا بہت اختلاف بھی ہوا۔ لیکن ہر جگہ قدر مشترک ایک ہی رہا، اس لئے تمام ضروری مطالب ایک ہی تقریر میں جمع کرائے گئے ہیں۔ ہر تقریر کو الگ الگ قلمبند کرنے کی ضرورت نہیں تھی گئی۔

ابن احسن اصلاخی

خطبہ سنونہ کے بعد :-

بھائیو اور عزیزو!

آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے کل ایر آج میں بڑا فرق پیدا ہو چکا ہے۔ آپ کل تک اس ملک میں غلام تھے، آج آزاد ہیں۔ کل تک محکوم تھے، آج حاکم ہیں۔ کل تک آپ کا ارادہ دوسروں کے ارادہ کا تابع اور آپ کا اختیار دوسروں کے اختیار و اذن کا دست نگر تھا، لیکن آج آپ اپنی مرضی کے مالک اور اپنے ارادہ کے بادشاہ ہیں۔ آپ کی سر زمین اب اپنی ہے۔ اس کے وسائل و ذرائع اپنے ہیں۔ آپ کو اس کے نظم و نسق کا پورا حق حاصل ہے اور کوئی نہیں ہے جو آپ کے اس حق میں مزاحمت کر سکے۔ آپ

اب اس کے بنانے اور بگاڑنے کے مختار ہیں اور کوئی نہیں ہے جو آپ کا ہاتھ پکڑ سکے۔ بخیر کہجے اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی نعمت ہے جو آپ کو حاصل ہوئی ہے! اور پروردگار عالم کا یہ کتنا بڑا فضل ہے جو اس نے آپ پر فرمایا ہے! آزاد ہی اللہ تعالیٰ کی بہترین نعمتوں میں سے ایک بہت بڑی نعمت ہے جس سے اس نے آپ کو سرفراز فرمایا، اور غلامی دنیا کی بدترین ذلتوں میں سے ایک بہت بڑی ذلت ہے جس سے اس نے آپ کو نجات دی۔ اللہ تعالیٰ کی اتنی بڑی نعمت پانے کے بعد ہمارا فرض ہے کہ ہم پہلے اس آزادی کے حقیقی مفہوم اور اس کے مقتضیات پر ٹھنڈے دل سے غور کریں اور پھر سچے عزم کے ساتھ اس کے تقاضوں کو پورا کرنے کی کوشش کریں۔

آزادی اور غلامی کا اسلامی اور غیر اسلامی مفہوم | حضرات! اس چیز پر غور کرنے کی ضرورت اس وجہ سے ہے کہ دنیا کے بہت سے الفاظ اور اصطلاحات کی طرح آزادی اور غلامی کی اصطلاحات کا مفہوم بھی ہمارے اسلامی لغت میں اس مفہوم سے بہت کچھ مختلف ہے جو دنیا کی دوسری قومیں ان الفاظ سے سمجھتی ہیں۔ دنیا کی دوسری قوموں کے نزدیک تو غلامی کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی قوم کسی دوسری قوم کے ارادہ و اختیار، اس کے ملک و وطن اور اس کے وسائل و ذرائع پر قابض ہو جائے اور اس کی خواہشوں کے خلاف ان ساری چیزوں کو اپنے اغراض کے لئے استعمال کرے۔ اسی طرح ان کے نزدیک آزادی کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی قوم اس قسم کے اجنبی تسلط سے نجات حاصل کر کے اپنے وسائل و ذرائع پر اپنے حسبِ نشتا تصرف کر سکے اور اپنے معیارات کے مطابق اپنی انفرادی و اجتماعی ناگیوں کو بڑھال سکے۔ لیکن مسلمانوں کے نزدیک (شیر طیبکہ وہ اسلامی نقطہ نظر سے غور کریں) آزادی اور غلامی کا مفہوم اس سے بہت کچھ مختلف ہے۔ مسلمان کے نزدیک غلامی کا مفہوم یہ ہے کہ آدمی اللہ کے سوا کسی اور کی حاکمیت اور اس کی بندگی اور اس کی اطاعت کو تسلیم کرے، خواہ وہ غیر کوئی اور شخص اور کوئی اور قوم ہو یا خود اس کا اپنا ہی نفس اور اس کی اپنی قوم ہو۔ اسی طرح آزادی کا مفہوم یہ ہے کہ آدمی اللہ کے سوا ہر اطاعت و بندگی سے آزاد ہو جائے یہاں تک کہ خود اپنے نفس اور اپنی خواہشوں اور اپنی قوم کی حاکمیت و اطاعت کا کوئی پھندا بھی اس کے گلے میں باقی نہ رہے۔ آزادی اور غلامی

کی تعریف میں اسلامی اور غیر اسلامی نقطہ نظر کا یہ اختلاف کوئی معمولی اختلاف نہیں ہے بلکہ بنیادی اور جوہری اختلاف ہے۔ اس اختلاف کا اگر آپ ٹھیک ٹھیک اندازہ کرنا چاہیں تو اس طرح اندازہ کر سکتے ہیں کہ ہارگت کے بعد انڈین یونین کے غیر مسلم تو اپنے تصور آزادی کے لحاظ سے آزادی کی منزل مقصود تک پہنچ گئے ہیں کیونکہ ان کے جان و مال اور ارادہ و اختیار پر انگریزوں کو جو تصرف حاصل تھا وہ ختم ہو گیا اور وہ اپنے ملک کے حکمران اب خود بن گئے، باقی رہت پاکستان کے مسلمان تو ان کی آزادی کے لئے تہا یہ بات کافی نہیں ہو سکتی کہ انگریز یہاں سے چلے گئے، بلکہ ان کے تصور آزادی کے لحاظ سے یہ بات بھی ضروری ہے کہ غیر الہی حاکمیت و اطاعت کے ہر پھندے سے ان کی گردن آزاد ہو۔ خواہ وہ پھندا دوسروں نے یا جبر ان کی گردن میں ڈالا ہو یا وہ خود اپنی پسند سے کوئی پھندا تیار کریں اور اس کو خود اپنے شوق سے زبور کی طرح پہن لیں۔ اگر انگریز چلے گئے اور ان کی جگہ ہم نے خود لے لی اور اللہ کے قانون کے بجائے خود قانون بنانے اور چلانے لگے تو یہ یا تو علامی ہی کی ایک نئی شکل ہو گی یا اس کو صحیح تر الفاظ میں بغاوت سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ اس کو اسلامی تصور کے لحاظ سے آزادی نہیں کہہ سکتے۔

ہر چند کہ سبکدست ہوئے بٹ شکنی میں ہم ہیں تو ابھی راہ میں ہیں سنگ گراں اور

آزادی اور علامی کے مفہوم میں اسلامی اور غیر اسلامی نقطہ نظر کا یہ اختلاف بڑے دور رس نتائج رکھتا ہے۔ اس اختلاف کی وجہ سے لازمی طور پر آزادی حاصل کرنے کے بعد ایک غیر مسلم معاشرہ اس آزادی کو اس سے بالکل مختلف طریقوں پر برتا ہے جس طرح ایک مسلم معاشرہ اس کو برتا ہے۔ ایک غیر مسلم معاشرہ کسی اجنبی اقتدار سے آزادی ... حاصل کرنے کے بعد اپنا حق سمجھتا ہے کہ اس آزادی کو آزادانہ استعمال کرے، اپنے وسائل و ذرائع پر اپنے منشا کے مطابق خود تصرف کرے۔ اپنے لئے خود قانون بنائے، اپنی پسند و ناپسند کے لئے خود کوئی معیار ٹھہرائے، اپنے ذوق اور پسند کے مطابق اپنی تہذیب کو جو رنگ چاہے دے۔ اپنے سیاسی و اجتماعی مسائل کو جس ڈھنگ پر چاہے حل کرے۔ لیکن ایک مسلمان کے نزدیک آزادی

کے معنی غیر اللہ کی حاکمیت اور اس کی بندگی سے آزادی ہے نہ کہ خود اللہ کی حاکمیت اور بندگی سے آزادی۔ جہاں تک اللہ تعالیٰ کی غلامی کا تعلق ہے یہ پیدائشی طور پر ہر انسان کے ساتھ لگی ہوئی ہے، اور سچا مسلمان اس امر واقعی کو تسلیم کرتا ہے، اس وجہ سے وہ اس بات کو جائز نہیں سمجھتا کہ آزادی حاصل ہونے کے بعد وہ خدا سے بھی آزاد ہو جائے اگر وہ ایسا کرے تو قرآن میں اس کو ظلم، فساد اور بغاوت کہا گیا ہے، اور یہ چیز اسلامی شریعت میں غلامی سے بھی زیادہ بُری ہے۔ آزادی حاصل کرنے کے بعد ایک مسلم معاشرہ کا حق یہ ہے کہ وہ اپنی مرضی سے اپنی اس آزادی کو خدا کے قانون کے تابع کر دے۔ اور اس کے مقرر کئے ہوئے حدود کے اندر اس آزادی کو استعمال کرے۔ غیر الہی حاکمیت سے آزاد ہو کر اللہ وحدہ الاثر ایک کا غلام اور محکوم بن جائے اور اپنے ترک و اختیار، رد و قبول اور پسند و ناپسند کے لئے اس شریعت کو معیار بنائے جو اللہ اور اس کے رسول لے دی ہے۔ اس وفاداری میں اس نعمت آزادی کی حقیقی قدر پوشیدہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے کہ اس کی کسی نعمت سے مستقل طور پر فائدہ دہی لوگ اٹھاتے ہیں جو اس کی صحیح قدر کرتے ہیں۔ اگر کوئی قوم کسی نعمت کو پا کر اس کا حق ادا نہیں کرتی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو جانچنے کے لئے تھوڑی سی مہلت ضرورتی ہے لیکن بالآخر وہ نعمت اس سے چھین لی جاتی ہے۔ ان ہی دونوں راستوں میں سے کوئی ایک راستہ آپ کو بھی اختیار کرنا ہے، اور آپ کے مسلمان ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ آپ دوسرا راستہ اختیار کریں، اب آپ پر کوئی غیر الہی اقتدار یا بوجہ مسلط نہیں ہو رہا ہے۔ آپ اپنی انفرادی زندگیوں میں خدا کی بندگی کر سکتے ہیں اور اپنی جماعتی زندگی میں بھی خدا کی بندگی کر سکتے ہیں۔ اب آپ کے افراد بھی مومن و مسلم رہ سکتے ہیں اور آپ کی حکومت بھی مومن و مسلم بن سکتی ہے۔ اور آزادی کی نعمت دے کر یہی بات ہے جو اللہ نے آپ سے چاہی ہے۔ اگر آپ نے یہ بات پوری کر دی تو اس نعمت آزادی کی آپ حقیقی قدر کریں گے اور اللہ تعالیٰ آپ سے خوش ہو گا اور آپ کو اس منصبِ خلافت کی عزت بخشے گا جو اس نے ہمیشہ اپنے صالح بندوں کو بخشی ہے، لیکن اگر آپ نے اس کی خلافت دوزی کی اور باغیوں اور معتمدوں کی طرح اس آزادی کو پھر خدا کے ملک میں اپنی بادشاہی

اور اپنی خدائی چلانے کے گھنٹہ میں مبتلا ہو گئے تو آپ کو امتحان اور جانچ کے لئے خدا کی طرف سے تھوڑی سی مہلت ضرور نصیب ہوگی، مگر اندیشہ ہے کہ اس مہلت کے گزر جانے کے بعد خدا نہ خواستہ یہ آزادی اسی طرح چھین لی جائے گی جس طرح کچھ دنوں پہلے دلی کا تخت و تاج چھین لیا گیا تھا۔

پاکستان کا مفہوم اور اس کے تقاضے | حضرات! اس آزادی کے ثمرہ اور نتیجے کے طور پر جو چیز آپ کو حاصل ہوئی ہے وہ پاکستان ہے۔ اس وجہ سے میں نے جس اسلامی نقطہ نظر سے آزادی اور غلامی کے مفہوم اور اس کے مقتضیات پر گفتگو کی ہے اسی نقطہ نظر سے پاکستان، اس کے مفہوم اور اس کے مقتضیات پر چند حروف عرض کروں گا۔ یہ حقیقت آپ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ اس خطہ زمین کا نام جو پاکستان رکھا گیا ہے، یہ نہ تو کوئی اتفاقی اور جغرافیائی نام ہے اور نہ یہ کوئی قومی نام ہے اس ملک کا نام پاکستان اس لئے نہیں رکھا گیا کہ اس کا پہلی نام پہلے سے تھا اس وجہ سے آزادی کے بعد بھی یہی نام اختیار کر لیا گیا۔ علیٰ ہذا القیاس یہ نام اس وجہ سے بھی نہیں رکھا گیا کہ یہاں ”پاک“ نام کی کوئی قوم بستی رہا ہو اور اس کی نسبت سے ہندوستان، افغانستان یا انگلستان کی طرح اس کو پاکستان کا نام دے دیا گیا ہو۔ بلکہ اس کا نام پاکستان اس آئیڈیالوجی کی وجہ سے رکھا گیا ہے جو پاکستان کی تحریک کے آغاز سے اس کی تکمیل کے وقت تک برابر اس کی پشت پر کام کرتی رہی ہے۔ اور جس نے پاکستان کے لئے محرک کا کام بھی دیا ہے اور دبل کا بھی، یہ آئیڈیالوجی کیا ہے؟ یہ آئیڈیالوجی اس عقیدہ اور تصور سے عبارت ہے کہ آپ خدا اور اس کی توحید اور اس کے دین سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ خدا کی توحید کا یہ لازمی نتیجہ سمجھتے ہیں کہ اسی کو حکمراں اور قانون ساز مانیں، اس وجہ سے آپ یہ سجا طور پر محسوس کرتے ہیں کہ آپ ایک ایسے مشترک ہندوستان میں اپنے دینی تصورات کے مطابق زندگی بسر نہیں کر سکتے جس میں حکومت کی بنیاد حکمرانی جمہور کے اصول پر رکھی گئی ہو۔ اسی طرح آپ دین کو صرف پرائیویٹ زندگی تک محدود نہیں مانتے بلکہ اس کو انفرادی و اجتماعی زندگی کے ہر گوشہ پر حاوی مانتے ہیں، اسی وجہ سے

کوئی ایسا نظام زندگی قبول کرنا آپ کے تصور دین کے منافی تھا جس میں دین کو ایک لادینی نظام کے تحت صرف پرانہ میٹ زندگی تک محدود کر دیا گیا ہو علیٰ ہذا القیاس آپ جس نظریہ سلطنت کے معتقد ہیں وہ یہ ہے کہ "خدا کی حکومت، خلق کے لئے صاحبین کے ذریعے سے"؛ اس وجہ سے آپ کے لئے ناممکن تھا کہ آپ عہد حاضر کے اس مقبول عام سیاسی نظریہ پر ایمان لائیں کہ عوام کی حکومت عوام کے لئے، عوام کے ہاتھوں؛ آپ کے اور ہندوستان کی دوسری قوموں کے تصور کا دراصل یہی اختلاف تھا جس نے آپ کو پاکستان کے مطالبہ پر مجبور کیا تھا تاکہ آپ ایک علیحدہ خطہ زمین میں خالص اپنے تصورات اور عقائد کے مطابق ایک نظام زندگی بنا سکیں، اور اس کے تحت صحیح اسلامی زندگی بسر کر سکیں۔ یہ تصور تمام تر آپ کے دینی معتقدات پر مبنی تھا اس وجہ سے نہ تو آپ سے انحراف ممکن تھا اور نہ آپ کے حریفوں کے لئے اس کا انکار ممکن ہو سکا۔ اسی وجہ سے اس چیز نے آپ کی تحریک کے لئے محرک کا بھی کام دیا اور آپ کے دعوے اور مطالبے کے لئے دہلی اور ثبوت کا بھی کام دیا۔ اسی کے نام پر آپ نے اپنی قوم کو پکارا اور پوری قوم کی قوم آپ کی پکار پر جمع ہو گئی، اسی چیز کو آپ نے دنیا کے سامنے بطور دلیل کے رکھا اور دنیا کی رائے عام کو آپ کے مطالبہ کے آگے جھکنا پڑا۔ اگر آپ نے اس آئیڈیالوجی کے نام پر لوگوں کو نہ پکارا ہوتا تو مجھے اُمید نہیں کہ آپ اس کماری سے لے کر کشمیر تک اور پشاور سے لے کر گلگت تک اپنی حمایت میں کوئی اہل پیدا کر سکتے۔ اگر آپ نے اپنے مطالبہ کی تائید میں اللہ کا، اس کے رسول کا، اس کی کتاب کا اور اسلامی شریعت کے اہل تقاضوں کا حوالہ نہ دیا ہوتا تو ہرگز اس کی توقع نہیں تھی کہ وہ کروڑوں مسلمان بھی آپ کے اس مطالبہ کی حمایت میں سر دھڑکی بازی دگادیتے جو اس بات سے ناواقف نہ تھے کہ پاکستان کی تعمیر کے بعد بھی ان کی قسمت ہندوستان کے ساتھ ہی وابستہ رہے گی اور ان کا یہ مطالبہ ان کے لئے ہزار باخطرات کے دروازے کھول دے گا۔

بہر حال یہ ایک قطعی حقیقت ہے کہ پاکستان کا نام جب سے بھی آپ کی زبانوں پر آیا ہے اس آئیڈیالوجی کے ساتھ ہی آیا ہے۔ اگر تقریر کے طویل ہو جانے کا ڈر نہ ہوتا تو میں تفصیل کے ساتھ

بتاتا کہ آپ کی سیاسی تاریخ کب سے اس لفظ سے آشنا ہوئی اور کن محرکات کے تحت اس تصور کا وجود ہوا، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس طرح کی کسی تفصیل کی ضرورت نہیں۔ آپ میں سے ہر شخص خود اس تفصیل سے اچھی طرح واقف ہے۔ آپ میں سے جن لوگوں نے پاکستان کی تعمیر میں کسی نوعیت سے کوئی حصہ لیا ہے، انہوں نے اس کیفیت کا بار اسی قوم کے سامنے اعلان و اقرار بھی کیا ہے، اس وجہ سے ضروری ہے کہ آپ پاکستان حاصل ہو جانے کے بعد پاکستان کے مقتضیات کو پورا کریں اور اس کی تکمیل کے آئندہ مراحل میں اس تصور سے غافل نہ رہیں جس کے نام پر آپ نے اس کو حاصل کیا ہے نیز اپنے ان وعدوں اور اعلانات کو بھی فراموش نہ کریں جن کو آپ نے اپنی قوم کے سامنے بار بار دہرایا ہے اور خلق اور خدا کو ان پر گواہ ٹھہرایا ہے۔

حضرات! آپ کی ذمہ داریاں لفظ پاکستان سے بھی واضح ہو رہی ہیں۔ پاکستان کے معنی ہیں پاکوں کی سرزمین۔

آپ اچھی طرح واقف ہیں کہ پاکوں کی قومیت نسل و قوم، ملک و وطن اور روایات تہذیب و معاشرت کے سہ سہری اشتراک سے نہیں بنا کرتی، بلکہ عقائد و افکار اور اعمال و اخلاق کی کامل وحدت سے بنتی ہے۔ ہندوستان کے برہمن اور فلسطین کے یہودی کسی زمانہ میں نسلی و نیشی پائی کے خبیث میں مبتلا تھے اور محض بزرگوں یا دیوتاؤں کی اولاد ہونے یا خیال کرنے کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو بھی پاک سمجھتے تھے اور اس سرزمین کو بھی پاک خیال کرنے لگے تھے جس میں وہ آباد تھے۔ لیکن جب مسلمانوں کا ظہور ہوا۔ وہ ان ملکوں پر غائب آئے تو انہوں نے یہودیوں اور برہمنوں کی ان غلط فہمیوں کو رفع کیا اور ان کو بتایا کہ کوئی قوم نسب اور خون کی وجہ سے پاک نہیں ہوا کرتی، بلکہ ایمان اور عمل صالح سے پاک ہوتی ہے۔ یہ مسلمان اس طرح کی نخوت جاہلیت مٹانے والے بن کے رہے ہیں وہ دنیا پر اور خود اپنے اور پڑا ظلم کریں گے، اگر اسی طرح کے کسی جاہلی فتنہ میں خود مبتلا ہو جائیں۔ اسی وجہ سے میں آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ آپ پاکی اور ناپاکی کی حقیقت پر اسلامی نقطہ نظر سے غور کریں تاکہ اس خطہ زمین کو آپ نے پاکستان کا نام دیا ہے وہ فی الحقیقت پاکستان بن سکے۔

یہ تمام آپ کے قومی احساس برتری کا محض ایک نشان بن کر رہ جائے جو اللہ تعالیٰ کے سامنے آپ کو رسوا کرائے۔ اسلام میں جیسا کہ میں نے عرض کیا کوئی شخص نہ تو نسل و نسب سے پاک ہوتا ہے اور نہ کسی خاص گروہ کی طرف انتساب کی وجہ سے، نہ کسی خاص سرزمین کا باشندہ ہونے کی وجہ سے، نہ اچھے کپڑے پہن لینے کی وجہ سے بلکہ ان تمام باتوں پر اعتقاد رکھنے اور عمل کرنے کی وجہ سے پاک ہوتا ہے جن کا اللہ اور اس کے رسول نے حکم دیا ہے۔ کوئی شخص کتنا ہی اوشچا نسب رکھتا ہو، کتنی برتر قوم کی طرف انتساب کا مدعی ہو اور ہر صبح کو کتنا ہی صابون اور خوشبو اپنے جسم پر لیتا ہو لیکن پاکی اور پاکیزگی کی اس کو ہوا تک بھی نہیں لگ سکتی، جب تک وہ ایمان و عمل صالح سے اپنے آپ کو نہ سنوارے۔ علیٰ نقیاس اسلام میں کوئی خطہ زمین بھی پاکستان کے باعزت نام کا مستحق نہیں ہو سکتا خواہ اس میں دنیا کی کوئی قوم بھی بس رہی ہو، جب تک اس خطہ زمین پر خدا کا قانون جاری و نافذ نہ ہو۔

پاکستان کے لئے عظیم قربانی کا مقصد اس ملک کے لیڈروں کا فرض ہے کہ وہ ان ساری باتوں کو یاد رکھیں اور ان کو پورا کریں۔ اگر انھوں نے ان باتوں کی خلاف ورزی کی تو نہ صرف یہ کہ پاکستان کی ساری جدوجہد کا مقصد فوت ہو جائے گا اور یہ لوگ خلق اور خدا کے آگے جھوٹے ثابت ہوں گے بلکہ یہ بیک ایسا حادثہ ہو گا جو پوری قوم کی کمرہست توڑ دے گا۔ جو لوگ سمجھتے تھے کہ پاکستان بغیر کسی بڑی قربانی کے محض سیاسی تدبیر و تدبیر کے زور سے حاصل ہو گیا ہے، واقعات نے ان کے اس خیال کی تردید کر دی ہے۔ ایت تو بلا مبالغہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ جو بھاری قیمت مسلمانوں کو پاکستان کے لئے ادا کرنی پڑی ہے اتنی بھاری قیمت دنیا کی کسی قوم نے بھی اپنی آزادی کے لئے ادا نہیں کی ہے۔ مشرقی پنجاب اور دلی کے لاکھوں مسلمانوں کی خاتماں بربادی کو بھول جائیے، ہزاروں عورتوں کی بے عصمتی اور ذلت کو بھی نظر انداز کر دیجئے، لاکھوں بچوں، عورتوں، بوڑھوں اور نوجوانوں کے قتل عام کو بھی شمار میں نہ لائیے اور ان واقعات سے بھی قطع نظر کیجئے جو ہندوستان کے دوسرے حصوں میں پیش آئے ہیں، صرف اس امر پر غور کیجئے کہ ہندوستان کے کئی کروڑ مسلمان جو آج اپنے وطن میں

خوف اور بے اطمینانی کی وہ رنگی گذارنے پر مجبور کر رہے ہیں جس کا تصور وہ کسی دشمن کے ملک میں بھی شکل سے کر سکتے تھے، آخر کس جرم کی پاداش میں یہ سزا بھگت رہے ہیں؟ کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ یہ محض اس جرم کی مناسبت کہ انہوں نے پاکستان کے مطالبہ میں آپ کا ساتھ دیا اور یہ کہہ کر ساتھ دیا کہ اس مقصد عزیز کی خاطر وہ اپنے سیاسی مستقبل کو خطرہ میں ڈالنے اور صاف لفظوں میں اپنے تئیں قربانی کا بیکرا بنانے کے لئے تیار ہیں؟ اگر محض سیاسی سخت جٹانے کی خاطر اس حقیقت کی تاویل کی خواہش آپ کے اندر پیدا نہ ہوتی تو آپ کو ماننا پڑے گا کہ یہ سب پاکستان کے لئے کیا گیا ہے۔ یہی چیز ہے جس کی خاطر مشرقی پنجاب اور دہلی کے مسلمانوں نے بھی تباہی کو دعوت دی اور اسی چیز کی خاطر ہندوستان کے کروڑوں مسلمانوں نے بھی اپنے آپ کو خطرات میں ڈال دیا، اس وجہ سے یہ خیال کرنا یا لکل غلط ہے کہ پاکستان محض گردش قلم کا ایک کرشمہ یا سیاسی تدبیر کا ایک شعبہ ہے جو لوگ ایسا خیال کرتے ہیں اگر وہ واقعات سے بے خبر ہیں تو ان کی بے خبری پر افسوس ہے اور اگر وہ اس قوم کی قدر و قیمت سے ناواقف ہیں جس کو انہوں نے اس راہ میں قربان کیا ہے تو ان کی یہ ناقدرتی قابل ماتم ہے۔

پاکستان کے لئے آپ کو ایک تہائی سے زیادہ بلکہ کم و بیش نصف آبادی کو قربان کرنا پڑا ہے اور یہ اتنی بڑی قربانی ہے جس کی مثال دنیا کی کسی قوم کی تاریخ آزادی بھی پیش نہیں کر سکتی۔

غور کیجئے، اتنی بڑی قربانی آپ کی قوم نے کس مقصد کے لئے دی ہے؟ کیا محض اس لئے کہ اس ملک میں ایک چھوٹی سی ریاست مسلمانوں کی بھی قائم ہو جائے؟ اس طرح کی ریاست جس طرح افغانستان میں افغانیوں کی، ایران میں ایرانیوں کی، اور ترکی میں ترکوں کی ہے۔

اگر فی الواقع یہی چیز ہمیشہ نظر تھی تو میں عرض کر دوں گا کہ بڑی ہی حقیر چیز کے لئے مسلمان قوم نے اپنی بہت بڑی چیز قربان کی اور یہ ساری قربانی خسر الدنیا والاخرہ کی مصداق ہے اس طرح کی ریاست سے ان کروڑوں مسلمانوں کو دنیا میں کیا فائدہ پہنچایا جاسکتا ہے جن کے جان و مال کو اس سے قیام کی جدوجہد میں حصہ لینے ہی کی وجہ سے ہندوستان میں مباح کر دیا گیا۔ اور اگر کو خدا کے یہاں وہ اپنی ان کوششوں پر اس اجر کے توقع ہو سکتے ہیں جب کہ ان کی ساری محنت یہاں ہو

ریاست کے قیام پر صرف ہونی ہو جو دنیا کی قومی ریاستوں میں سے ایک ریاست ہو اور جس نے اپنے قیام کی جدوجہد میں دین کے نام سے تو فائدہ اٹھالیا ہو لیکن قیام کے بعد دین کے کسی کام آنے کی اس سے توقع نہ ہو؟ اس طرح کی ریاست پر ممکن ہے کہ پاکستان کا کھاتا پیتا مسلمان راضی ہو جائے کیونکہ بہر حال دنیا کا فائدہ اس کے تحت ایک حد تک اس کو حاصل رہے گا، لیکن وہ کروڑوں مسلمان اس چیز پر قانع کیسے ہو سکتے ہیں جنہوں نے اس کے شوق میں کھو تو سب کچھ دیا ہے مگر پایا کچھ بھی نہیں ہے۔ ان کو تو اگر کوئی چیز تسلی دے سکتی ہے تو صرف ایک ہی چیز تسلی دے سکتی ہے، وہ یہ کہ ان کو اطمینان ہو کہ جس خدا اور رسول کے نام پر ان کو قیام پاکستان کی جدوجہد میں حصہ لینے کی دعوت دی گئی تھی، اور جس کی تعمیل میں انہوں نے سب کچھ کھو دیا ہے، وہی بحقیقت اسی خدا اور اسی کے دین کا کام ہے۔ یہ نہ خیال کیجئے کہ میں محض لفظی کے زور سے مسلمانوں کی اس جدوجہد کو خواہ مخواہ ایک دینی رنگ دے رہا ہوں، ورنہ مسلمان محض اپنا ایک قومی اسٹیٹ چاہتے تھے جو پاکستان کی صورت میں انہیں مل گیا۔ ممکن ہے کچھ موثر سازشوں کے لوگ فی الحقیقت ایک قومی حکومت ہی چاہتے رہے ہوں اور دین کا نام وہ محض ظاہر دارانہ ہی لیتے رہتے ہوں، لیکن اس قسم کے تھوڑے سے چالاک لوگوں کے پردے میں ان کروڑوں مسلمانوں کے جذبات کا خون کرتا جائز نہ ہو گا جو فی الحقیقت خدا کے دین کی خدمت ہی کے لئے اس جدوجہد میں شریک ہوئے تھے اور اب تک وہ اپنی ساری تباہیوں پر اس خیال سے مطمئن ہیں کہ انہوں نے جو کچھ کیا ہے وہ اللہ اور اس کے رسول کے لئے کیا ہے۔ اس گروہ میں ہندوستان، اور پاکستان کے کروڑوں عانتہ الناس کے ساتھ ان دونوں ملکوں کے ہزاروں اور لاکھوں علماء اور مشائخ اور دوسرے اہل علم بھی ہیں جن کو دین کے سوا دنیا کی کوئی اور دوسری چیز کبھی بھی اپیل نہیں کر سکتی تھی۔ اگر خدا نخواستہ ان لوگوں کا منشا پورا نہ ہوا اور آپ نے ان کے جذبات سے بے پرواہ ہو کر ایک نئی قسم کی حکومت قائم کرنے کی کوشش کی تو یہ لوگ اپنی بدبختی پر سرپیٹ لیں گے اور اس کا اثر ان کے ذہن و دماغ اور ان کے عزم و جدوجہد پر اتنا برا پڑے گا کہ آپ کی پوری قوم بالکل بے جان ہو کر

رہ جائے گی اور تحریک خلافت کی ہماری ہی کے بعد ترکوں کے خلافت کو ختم کر دینے سے ہماری قوم کے اعصاب پر جو اثر پڑا تھا اس سے ہزار ہا درجہ اس حادثہ کا اثر قوی ہوگا، بلکہ اندیشہ ہے کہ شاید اس حادثہ کے بعد اس کا سنبھالنا ممکن ہی نہ ہو سکے۔

مستقبل کا نظام زندگی | حضرات! آزادی اور پاکستان کے حصول کے بعد سب سے پہلا اور سب سے اہم سوال جو آپ کے سامنے آیا ہے اور آپ سے قوری حل کا مطالبہ کر رہا ہے وہ مستقبل کے نظام زندگی کا سوال ہے۔ سابق نظام زندگی جس کے تحت آپ نے کم و بیش ڈیڑھ سو سال بسر کئے اس کے بنانے والے انگریز تھے، جو اس ملک سے رخصت ہو چکے اور اب ناگزیر ہے کہ ان کے پیچھے یہ نظام زندگی بھی رخصت ہو جائے جو انھوں نے بنایا تھا، اور جو اپنے ظاہر و باطن میں آپ کے نہیں بلکہ ان کے مقاصد و مطلوبات کا ترجمان ہے۔ ہماری موجودہ نسلیں چونکہ اسی نظام کے تحت پئی اور بڑھی ہیں اس وجہ سے ممکن ہے اس سے وہ بیگانگی محسوس نہ ہوتی ہو، یوں ہی حقیقت محسوس ہونی چاہیے، لیکن اب آزادی اور پاکستان کے حصول کے بعد جب وہ دوسروں کی بجائے اپنے آپ کو دیکھنا شروع کریں گی اور آہستہ آہستہ اپنے آپ کو بیگانگی تو اس نظام کی ہر چیز سے بیگانگی بلکہ نفرت سی محسوس کریں گی۔ اس وجہ سے ضروری ہے کہ یہ نظام بدل جائے اور صرف جزوین طور پر نہیں بلکہ یک قدم بدل جائے۔ اور بے ڈھنگے لباس کی جگہ ایسا جامہ تیار کیا جائے جو اس کی قامت پر راست آئے۔ اب اگر میں آپ سے یہ سوال کروں کہ اس نظام کو ترک کر کے وہ کونسا نظام ہے جو آپ اختیار کر سکتے ہیں اگر آپ اپنے مسلمان ہونے کی حقیقت سے بھی کچھ آشنا ہیں تو آپ اس سوال کے جواب میں ایک ہی بات کہہ سکتے ہیں وہ یہ کہ اسلامی نظام زندگی یہ جہاں تک جواب کا تعلق ہے کوئی مسلمان اس جواب کے سوا کوئی اور جواب نہیں دے سکتا، یہ اور بات ہے کہ بہتوں کے ذہن میں اس کا مفہوم اتنا مبہم ہو کہ وہ اس کی کوئی واضح تعبیر نہ کر سکتے ہوں یا ان کے ذہن میں اسلامی اور جاہلی تصورات کا کوئی اپنا تیار کیا ہوا محسوس مرکب ہو کہ جس کو انہوں نے اسلامی نظام زندگی سمجھ رکھا ہو یا وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہوں

کہ مسلمان جس طرح کا نظام بھی قائم کر کے لائیں یہ آپ سے آپ اسلامی ہو جاتا ہے اور اس کے اسلامی بن جانے کے لئے یہ بات کافی ہے کہ اس کو مسلمان پلار ہے ہیں۔ یہ اور اس طرح کی بعض دوسری غلط فہمیں کا پایا جانا ممکن ہے بلکہ ہم کو اعتراف ہے کہ اسلامی تعلیم و تربیت سے محروم رہنے کی وجہ سے مسلمان اسلامی نظام زندگی کے تصور سے اکثر و بیشتر نا آشنا ہیں۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ ایک گروہ قلیل کے سوا جو قومی حیثیت سے تو مسلمان رہنا چاہتا ہے، مگر اعتقاد و عمل کے لئے اسے کفر ہی کی راہیں پسند ہیں کوئی بھی یہ بات کہنے کے لئے تیار نہیں ہے کہ اسے اسلام کا نظام نہیں بلکہ کوئی اور نظام مطلوب ہے، اور آج تو اس گروہ کے لوگوں کا بھی یہ حال ہے کہ وہ صاف صاف یہ کہنے کی جرأت نہیں کر سکتے کہ انہیں اسلام کے سوا کوئی اور نظام مطلوب ہے بلکہ اگر کہتے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ وہ جس نظام کو پسند کر رہے ہیں وہ اسلام کے نظام کے منافی نہیں ہے۔ مسلمانوں کی اس عام خواہش کے ساتھ بڑی خوشی کی بات ہے کہ وہ لوگ بھی پورنی طرح ہمنوا ہیں جن کے ہاتھوں میں آج مسلمانوں کی باگ ہے اور نظام زندگی کے فیصلہ میں جن کی آواز اصلی موثر آواز ہو سکتی ہے اس وجہ سے اس اطمینان کے لئے تو معقول وجوہ موجود ہیں کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس ملک میں کوئی جاہلی اور کافرانہ نظام زندگی فروغ نہیں پائے گا، لیکن اسلام سے اس عام بے خبری کی وجہ سے جس میں اس عہد کے مسلمان مبتلا ہیں اس بات کا اندیشہ ضرور ہے کہ مبادا کسی غلط اور ناقص چیز کو مسلمان اسلامی نظام سمجھ بیٹھیں، اور ان کی اس کمزوری سے فائدہ اٹھا کر لوگ ان کے اوپر اسلام کے نام سے کوئی ایسی چیز مسلط کر دیں، جس کو اسلام سے کوئی دور کا بھی واسطہ نہ ہو، اس خطرہ سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ اسلامی نظام زندگی کی خصوصیات کو معلوم کیا جائے اور ان کا علم عام مسلمانوں میں بھی پھیلا یا جائے تاکہ وہ اسلامی اور غیر اسلامی نظام کے درمیان امتیاز کر سکیں اور کسی غلط چیز کو اپنے اوپر مسلط نہ ہونے دیں اور اگر فی الواقع اسلامی نظام قائم ہو تو اس کی حفاظت کر سکیں۔ اس تقریر میں میرے لئے اسلامی نظام زندگی کی تفصیلات پیش کرنا یا اس کی خصوصیات کو بیان کرنا تو ممکن نہیں ہے لیکن میں اسلامی نظام

زندگی سے متعلق چند ایسی موٹی موٹی باتیں بیان کرنا قائدہ سے خالی نہیں سمجھتا جو عام مسلمانوں کو اسلامی اور جاہلی نظام کی شناخت کرنے میں مدد دے سکیں گی اور آگے پیش آنے والے حالات و مسائل میں ان کی رہنمائی ان کو بہت سی غلط فہمیوں اور بہت سے دھوکوں سے محفوظ رکھے گی۔

پہلی بنیادی بات اسلامی نظام زندگی سے متعلق سب سے پہلی بات جو ہر مسلمان کو معلوم ہونی چاہیے وہ یہ ہے کہ اس کی بنا انسانی آراء و افکار کی جگہ اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی شریعت پر ہے، اس کے اصول خدا اور اس کے رسول نے مقرر کر کے اس کے جزئیات کے متعلق یہ بہت فریادی ہے کہ وہ انہی کلیات و اصول کی روشنی میں معین کر لئے جائیں، اور تمام نئے حالات و مسائل میں جو بات خدا اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے اصولوں سے قریب تر نظر آئے وہ عمل اور اتباع کے لئے اختیار کرنی چائے۔ اس میں انسانی فکر و نظر کو ایجاد کا نہیں، صرف اجتہاد و استنباط کا حق دیا گیا ہے اور یہ حق ان لوگوں کو دیا گیا ہے جو اسلامی شریعت پر معتقدانہ نظر رکھتے ہوں اور اسلام کے مصالح و مقتضیات کو سمجھ سکتے ہوں۔ اس میں انسانی فکر و نظر کے استعمال کا دائرہ اگرچہ بہت وسیع ہے، لیکن وہ غیر محدود نہیں ہے، بلکہ اللہ اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے کلیات کے تحت ہے اس میں جمہور کو قانون سازی کا کوئی حق نہیں دیا گیا ہے، لیکن وہ ان لوگوں کے انتخاب کا حق رکھتے ہیں جن کو وہ اس قانون کی تنفیذ، بدلتے ہوئے حالات پر اس کی تطبیق اور اس کے مقتضیات کی رعایت و حفاظت کے لئے اہل خیال کرتے ہیں۔ وہ اس بات کا بھی پورا حق رکھتے ہیں کہ جن لوگوں کو ایک مرتبہ وہ یہ امانت سونپیں اگر ان کو اس کے لئے نااہل پائیں یا ان کی طرف سے کسی خیانت یا بد عہدی کا کوئی خدشہ محسوس کریں تو ان کی اسموں کے لئے کوئی مناسب قدم اٹھائیں اور اگر ضرورت سمجھیں تو ان کو منصب سے ہٹادیں۔ لیکن ان کو اقلیت یا اکثریت کسی کو بھی یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اس نظام زندگی کے کلیات یا اصول خدا اور اس کے رسول کے مقرر کردہ اصول سے بے پروا ہو کر

مخمس اپنی خود رانی سے تعینت کرے۔ ایسا کرنا اسلامی شریعت میں نہ صرف ناجائز ہے بلکہ یہ براہ راست

خدا کے حق قانون سازی میں مداخلت کی وجہ سے کفر و شرک کی حیثیت رکھتا ہے۔

یہ بات اگرچہ اسلامی شریعت میں اتنی کھلی ہوئی ہے کہ اس کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں تھی لیکن اس کی ضرورت اس وجہ سے پیش آئی کہ اس زمانے میں مسلمان عام طور پر اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ وہ جو کچھ بھی کر گزریں وہ آپ سے آپ اسلامی ہو جاتا ہے، اس کے لئے اللہ اور اس کے رسول کی طرح رجوع کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اپنی انفرادی زندگیوں میں تو ممکن ہے مسلمان کسی حد تک اپنے افعال و اقوال کے لئے خدا اور رسول کے احکام کو بھی معیار خیال کرتے ہوں، لیکن اپنی اجتماعی زندگی کے معاملات میں تو یہ اللہ اور رسول سے بالکل بے پروا ہو کر خود معیار اور منبہ بن گئے ہیں۔ یہ جو قانون بنا ڈالیں وہ آپ سے آپ اسلامی ہو جاتا ہے، خدا اور رسول سے اس کو کوئی واسطہ ہو یا نہ ہو۔ یہ جو نظام معیشت و معاشرت پسند کر لیں وہ اسلامی ہے، اگرچہ وہ خدا اور رسول کے مقرر کردہ اصولوں سے کوسوں دور ہو۔ یہ جو نظام تعلیم جاری کر دیں وہ اسلامی نظام تعلیم ہے، اگرچہ اس نظام تعلیم سے اسلام کی سیخ کنی اور کفر کی آبیاری ہو رہی ہو۔ اس پر خود غلطی میں مسلمان ٹھیک ٹھیک اہل کتاب کے نقش قدم کے پیرو بن گئے ہیں۔ جس طرح اہل کتاب مدعی تھے کہ ہم جو کچھ زمین پر باندھیں گے وہ آسمان پر باندھا جائے گا اور جو کچھ زمین پر کھولیں گے آسمان پر کھولا جائیگا، بالکل اسی طرح مسلمان قوم اپنے آپ کو یا تو خدا اور رسول کے قائم مقام سمجھنے لگی ہے یا یہ خیال کرنے لگی ہے کہ خدا نے اس کو یہ درجہ دیا ہے کہ اس کا ہر قول و فعل بجائے خود خدا اور محبت ہے، اس کے لئے کسی اور بالاتر سند اور محبت کی ضرورت نہیں ہے۔ اس غلط فہمی کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ کل تک جو مسلمان اس بات پر راضی نہ تھے کہ کوئی ایسی اسمبلی ان کے لئے قانون بنائے جس کی اکثریت غیر مسلم ہو وہ ان اسمبلیوں کے حق شریعت سازی پر کوئی خاص بے چینی محسوس نہیں کر رہے جن کی اکثریت خود ان کے بھائیوں پر مشتمل ہے۔ اس سے گمان ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک اصلی اہمیت دراصل اس بات کی نہیں ہے کہ قانون کا ماخذ کیا ہو، بلکہ جو کچھ اہمیت ہے وہ صرف اس بات کی ہے کہ اس کے بنانے والوں کی اکثریت مسلمانوں پر مشتمل ہو، غیر مسلموں پر مشتمل نہ ہو۔ حالانکہ دیکھنے کی چیز یہی تھی کہ قانون کا ماخذ کیا ہے، خدا اور

رسول یا کوئی اور؟ اگر قانون کا ماخذ کوئی اور ہے تو وہ اسلامی شریعت میں آرام ہے اور اس کی حرمت میں اس چیز کی وجہ سے کوئی فرق واقع نہیں ہوتا کہ یہ کوئی اور خود مسلمان جمہور کے نمائندے ہیں یا کسی اور قوم کے اسلام زندگی کے ہر گوشے پر حاوی ہے۔ اسلامی نظام زندگی کے متعلق دوسری حقیقت یہ ہے کہ یہ ہماری اجتماعی اور انفرادی زندگی کے ہر گوشے پر حاوی ہے۔ اسلام جیسا کہ ہر شخص کو معلوم ہے، صرف بندے اور خدا کے درمیان ایک معاملہ نہیں ہے بلکہ بندوں اور بندوں کے درمیان کا بھی معاملہ ہے، اس وجہ سے وہ ان سارے اجتماعی و معاشرتی پہلوؤں سے بحث کرتا اور ان کے اصول و کلیات مقرر کرتا ہے جن پہلوؤں سے ایک شخص اپنے کلمہ یا عقیدہ یا آدم یا ملک یا اپنے اہل خانہ کے جنس کے ساتھ جڑتا ہے۔ اگر یہ جڑ تارتا ہے اور قرابت کی نوعیت کا ہے تو اسلام اس کے لئے بھی حقوق و فرائض مقرر کرتا ہے، اگر یہ جڑنا اقتصاد، بی و تجارتی نوعیت کا ہے تو اسلام اس کے بھی حدود و قیود معین کرتا ہے اور اگر یہ جڑنا سیاسی و اجتماعی پہلو رکھتا ہے تو اسلام اس کے چاروں گوشے بھی واضح کرتا ہے۔ ہماری زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں جو اسلام کی نگاہ سے آزاد ہو۔ اس وجہ سے کوئی نظام زندگی، اسلامی زندگی کہلانے کا مستحق اس وقت ہو سکتا ہے جب وہ ہر پہلوئے سماجی ہو۔ اگر ہم یہ چاہیں کہ اپنے اسی پرانے نظام کو لے کر جو انگریزوں کا بنایا ہوا ہے، اچھا اس کے ابر سے تے لیں اور کچھ اس کے استر سے، اور اس کے بھول بھال کو ٹھیک کر کے اور کچھ اس میں اسلامی رنگ کے پونڈ لگا کر اس کو مسلمانوں کے اوپر اڑھادیں اور کہنا شروع کر دیں کہ یہ لو! اسلامی نظام تیار ہو گیا تو یہ کھلی ہوئی دھوکہ بازی ہوگی، اسلامی نظام اس تم کی پونڈ کاری یا ٹھکاری سے نہیں بنے گا، بلکہ موجودہ نظام زندگی کے ہر شعبہ کو یک قدم بدل کر اس کو خالص اسلامی اصولوں کی اساس پر تعمیر کرنا ہوگا۔ تبدیلی اگرچہ تدریجاً ہوگی اس تبدیلی کی صورت میں آگے چل کر واضح کروں گا، لیکن بہر صورت تبدیلی سمجھ گبری ہوگی یعنی موجودہ نظام پر سے کا پورا بدل کر اس کی جگہ پورا اسلامی نظام جاری کرنا ہوگا، نظام اسلامی کے مجموعہ میں سے کچھ کمی بیشی کرنے یا اس میں ترمیم و انتخاب کا حق ہمیں حاصل نہیں ہے۔

اسلام کا کوئی حصہ اختیاری نہیں ہے، سب کا سب واجب اور ضروری ہے،

اسی طرح واجب اور ضروری، جس طرح نماز، روزہ - البتہ اگر فرق ہے تو اس اعتبار سے فرق ہے کہ
 اسلام کے اجتماعی احکام کی تعمیل اس وقت تک افراد پر ضروری نہیں ہوتی جب تک وہ ایک با اختیار
 اور آزاد جماعت کی حیثیت حاصل نہ کر لیں۔ یہ حیثیت حاصل ہو جانے کے بعد دین کے تمام اجزاء عبادت
 پر یکساں طور پر واجب ہو جاتے ہیں، خواہ ان کا تعلق روزہ و نماز سے ہو یا حدود و تعزیرات سے ہو۔
 یا جہاد و قتال سے۔ اس قسم کی کلی تبدیلی، قطع نظر اس سے کہ یہ اسلام کا وظیفہ ہے، اس وجہ
 سے بھی ضروری ہے کہ اسلامی نظام کے مختلف اجزاء کا اصلی حسن اسی وقت سامنے آتا ہے
 جب وہ اجزاء خود اپنے فریم کے اندر ہوں۔ اگر ایسا نہ ہو بلکہ اسلامی نظام زندگی کے ایک یا بعض
 اجزاء کو لے کر ان کا پیوند کسی اور نظام زندگی میں لگایا جائے تو اس سے نہ صرف یہ کہ اسلامی جزو
 کی اصلی خوبی لوگوں کے سامنے نہیں آئے گی، بلکہ یہ اپنے اصلی جسم سے کاٹ کر ایک دوسرے
 جسم میں جوڑے جانے کی وجہ سے بے ڈھنگا بھی معلوم ہوگا۔ اس کو مثال سے یوں سمجھ سکتے ہیں کہ اسلام
 میں چوری پر ہاتھ کاٹنے کی سزا یا زنا پر سنگسار کرنے کی سزا جاری کرنے کا حق اس وقت دیا گیا ہے جب
 ملک کا معاشی اور معاشرتی نظام اسلام کے پاکیزہ اصولوں پر قائم کیا جا چکا ہو۔ اس طرح کے ماحول
 میں چوری اور زنا کی یہ سزائیں نہ صرف واجب اور معقول معلوم ہوں گی بلکہ ان جرائم کی اس سے کم درجہ
 سزا پر اس طرح کے ماحول میں بننے والوں کا احساس ضمیر مطمئن ہی نہیں ہوگا۔ لیکن اگر یہ سزائیں آپ
 موجودہ معاشی اور معاشرتی ماحول کے اندر جاری کر دیں، تو ہر شخص ان سزاؤں کو غیبی معقول اور بے رحمت
 قرار دے گا اور اس مذہب سے اسے بدگمانی ہوگی جس کے اندر ایسے عام جرائم پر اتنی سخت سزائیں
 تجویز کی گئی ہیں۔ اس وجہ سے ہم اس بات کو اسلام کے لئے نہایت مضر سمجھتے ہیں کہ موجودہ جاہلی نظام
 زندگی کے فریم میں اسلام کے پرسل لایا اس کے کرمل لاکو ٹھونسنے کی کوشش کی جائے اس کوشش سے
 اسلام کو فائدہ پہنچنے کی بجائے اٹا نقصان پہنچے گا، اور موجودہ نسلیں جو غیر اسلامی ماحول اور غیر اسلامی
 تعلیم و تربیت کے زیر سایہ پلنے اور بڑھنے کی وجہ سے اسلام سے پہلے ہی کچھ بدگمان ہیں، اندیشہ ہے
 کہ اگر اسلامی نظام زندگی سے ان کا یہ اٹا نہارت کرایا گیا تو ان کی یہ بدگمانی اور زیادہ بڑھ جائے گی،

اور دوسری قوموں کو بھی اسلامی احکام کی قدر و قیمت پہچاننے میں سخت زحمت پیش آئے گی۔

حکومت کیسے مسلمان بنتی ہے؟ | قیسری نہایت اہم بات جو اس سلسلہ میں معلوم کرنے کی ہے وہ یہ ہے کہ جس طریقے سے ایک شخص کفر کی حالت سے نکل کر اسلام کی حالت میں داخل ہوتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح کوئی نظام زندگی یا کوئی اسٹیٹ بھی جاہلیت سے نکل کر اسلام کو اختیار کرتا ہے۔ اگر آپ کسی غیر مسلم کو سامان بنانا چاہیں تو اس کے لئے یہ طریقہ اختیار نہیں کرتے کہ پہلے اس کے سر پر مسلمانوں جیسی پگڑی باندھ دیں یا اس کے چہرے پر ڈھڑھی لگا دیں یا اس کو گائے کا گوشت کھلا دیں اور پھر اس سے کہیں کہ جا تو اب اسلام میں داخل ہو گیا ہے، آہستہ آہستہ بقیہ اسلام کو بھی اختیار کر لیا، بلکہ پہلے آپ اس سے خدا سے وعدہ لائیں کہ آپ کی حاکمیت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واجب الاطاعت ہادی ہونے کا اقرار کرتے ہیں، جب وہ ان باتوں کا اقرار کر لیتا ہے تو آپ اس کو ہمت دیتے ہیں کہ اب وہ یا التدریج اپنی ساری انفرادی و اجتماعی زندگی کو اسلام کے رنگ میں رنگ لے لے اسی طرح جب کوئی حکومت مسلمان بننے کا ارادہ کرتی ہے تو اس کے لئے یہ طریقہ صحیح نہیں ہے کہ وہ پہلے اپنے دائرے کے اندر شادی، بیاہ اور نکاح و طلاق سے متعلق اسلامی قوانین جاری کر دے یا گچھ بولویوں کو بھرتی کر کے پولیس کو بڑھانے کی ہم جاری کر دے، بلکہ اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ پہلے اپنے کا نسبی میوشن (دستور) کی زبان سے جو کسی اسٹیٹ کے ارادہ عمومی (General will) کے تحت کا واحد ذریعہ ہے، خدا کی حاکمیت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واجب الاطاعت لیڈر ہونے کا اقرار کرے یہ اقرار کر لینے کے بعد اسٹیٹ نے گویا کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ لیا۔ اب اس کو ہمت دی جائے گی کہ جن تدریج و تربیت کے ساتھ اسلام کے اجتماعی قوانین اختیار کرنے کی اسلام میں ہدایت کی گئی ہے! اسی تربیت و تدریج کے ساتھ وہ اسلام کے تمدنی و معاشرتی اور اقتصادی ضابطوں کو اختیار کرنا شروع کرے، یہاں تک کہ ایک دن پورے طور پر اسلام کے رنگ میں رنگ جائے اور اس کی زندگی کے کسی گوشے میں بھی جاہلی نظام زندگی کا کوئی شائبہ باقی نہ رہے۔ اگر اس فطری طریق کو چھوڑ کر غیر فطری طریقہ اختیار کیا گیا، جیسا کہ پاکستان کے لیڈر پاکستان کی حکومت کو اسلامی بنانے کے لئے اختیار کر رہے ہیں تو

اندیشہ ہے کہ اس طرح یہ ملک کبھی بھی اسلامی حکومت کی صورت نہیں دیکھ سکے گا۔ ہم ان لیڈروں کی نیک نیتی پر شبہ نہیں کرتے، ممکن ہے وہ نیک نیتی کے ساتھ یہ خیال کر رہے ہوں کہ اس طرح وہ آہستہ آہستہ ملک کے پورے نظام کو اسلامی بنانے میں کامیاب ہو جائیں گے، لیکن ہم اس پر پورا یقین رکھتے ہیں کہ یہ الٹی تدریج اسلامی نظام کے مطالبہ سے لوگوں کو پھیرنے یا نئی نسلوں کو اس سے کچھ بدگمان کرنے کے لئے تو مفید ہوگی، لیکن اسلامی نظام کو برپا کرنے کے لئے یہ ذرا بھی مفید نہیں ہو سکتی۔ ہم تدریج کے نہ صرف قائل ہیں بلکہ اس کو از روئے شریعت ضروری سمجھتے ہیں لیکن اس الٹی تدریج کو نہایت ہلکے سہل کرتے ہیں۔ ہمارے نزدیک نظری تدریج یہی ہے کہ پہلے اسٹیٹ اپنے دستور کی زبان سے کلمہ پڑھے اور خدا کی حاکمیت کے حق میں اپنی حاکمیت سے دست برداری کا اعلان کرے، اس کے بعد درجہ بدرجہ اپنے نظام کے ہر شعبے کو اس عقیدے کی روشنی میں بدلے۔ پہلے اسٹیٹ کی صورت کو، پھر نظام تعلیم کو پھر قضا اور عدالت کے طریقوں کو، پھر معاشرتی اور اقتصادی طریقوں کو یہاں تک کہ قومی ضابطہ حیات سے لے کر خارجی سیاست تک ہر چیز کا مزاج یکسر اسلامی ہو جائے۔ لیکن سادہ لوح لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اسٹیٹ کا اقرار ایمان چنداں ضروری نہیں ہے، بلکہ ایک لادینی جمہوری ریاست بھی قائم ہو جائے تو اس کے نظام میں بھی آہستہ آہستہ اسلامی نظام حیات کے اجزاء کا پیوند لگا کر اس کو اسلامی رنگ کا بنا لیا جائے گا۔ اس طرح کے لوگوں کو کون سمجھائے کہ کسی منکر خدا و رسول کو محض ڈرا بھی رکھو اگر یا بگڑی بندھو اگر مسلمان نہیں بنایا جاسکتا، اسی طرح ایک لادینی جمہوری ریاست کو محض نکاح و طلاق کے اسلامی قوانین کے ذریعہ سے اسلام کی طرف نہیں لایا جاسکتا اور یہ بات کہ اس ملک کے اندر مسلمانوں کی اکثریت ہے اس وجہ سے وہ لازماً ایک لادینی جمہوری ریاست کو بھی اسلام ہی کی طرف کھینچے گی، محض ایک طفلانہ خیال ہے۔ اگر ایک منزبہ لادینی جمہوری اسٹیٹ قائم ہو گیا تو کچھ دنوں تک تو ممکن ہے کہ یہ صورت قائم رہ سکے کہ آپ مسلمان رہیں اور آپ کی حکومت کافر، لیکن زیادہ زمانہ نہیں گذرے گا کہ آپ کی اسٹیٹ اس دورنگی کو مٹا کر رہے گی۔ اور بالآخر اسٹیٹ کے ساتھ ساتھ آپ کو بھی کافر بننا پڑے گا۔

اس وقت مقصود اسلامی نظام کی تفصیلات کو بیان کرنا نہیں ہے بلکہ اسلامی نظام زندگی سے متعلق بعض ایسی اصولی باتوں کو آپ کے سامنے رکھ دینا ہے جو آپ کو ان دستوری تبدیلیوں کے رجحان کو سمجھنے میں مدد سے سکیں جو مستقبل قریب میں اس ملک میں ہونے والی ہیں میں سمجھتا ہوں کہ اس مقصد کے لئے یہ باتیں کافی ہوں گی۔ اس وجہ سے میں ان سے ہٹ کر ان عذرات پر اب چند حروف عرض کرنے کی کوشش کروں گا جو اسلامی نظام کے قیام کے سلسلے میں پیش کئے جاتے ہیں۔

بعض عذرات اور ان کا جواب | میں نے عذرات کا لفظ یا مقصد استعمال کیا ہے، ورنہ بعض باتیں اسلامی نظام کی نسبت ایسی بھی کہی جاتی ہیں جو صریح مخالفت کی حیثیت رکھتی ہیں، اور صرف انہی لوگوں کی طرف سے نہیں کہی جاتی ہیں جو غیر مسلم ہیں، بلکہ ان لوگوں کی طرف سے بھی کہی جاتی ہیں جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔ میں اسلام کے ان مسلمان مخالفین کے جواب میں اس کے سوا کچھ نہیں کہنا چاہتا کہ اگر انہیں اسلامی نظام پر اعتراضات ہیں تو وہ جو نظام زندگی چاہیں اس کو اختیار کر لیں اور کھلم کھلا اختیار کریں۔ وہ خواہ خواہ اسلام کے ساتھ چمٹے نہ رہیں بلکہ اخلاقی جرأت کا ثبوت دیں اور اپنے لئے مسلمانوں کے دائرہ سے کوئی جگہ باہر تلاش کر لیں۔ البتہ میں ان لوگوں کے عذرات کا جواب دینا چاہتا ہوں جو اسلامی نظام کی قدر و قیمت اور اس کے قیام کی ضرورت و اہمیت کا تو اعتراف کرتے ہیں لیکن بعض وقتی حالات یا سیاسی مصلح کو بطور عذر پیش کر کے فی الحال اس کو ملتوی کرنا بہتر سمجھتے ہیں۔

یہ لوگ جو باتیں کہہ رہے ہیں ان میں سے دو باتوں کو خاص طور پر اہمیت دی جا رہی ہے۔ ایک بامنا تو یہ ہے کہ اس وقت پاکستان مختلف قسم کے اندرونی و بیرونی خطرات سے گھرا ہوا ہے، انٹرنیشنل یونین اس کے تباہ کرنے پر تلی ہوئی بیٹھی ہے، سکھ اس کے خلاف الگ غصہ سے کھول رہے ہیں، کشمیر میں الگ جھگڑا چل رہا ہے، اندرونی ملک کا یہ حال ہے کہ پناہ گزینوں کے مسئلے نے ملک کے معاشی نظام اور اس کی انتظامی مشینری کو درہم برہم کر ڈالا ہے، اور بعض سیاسی

بھی درمندا پٹھانستان کی تحریک (موجود ہیں جو پاکستان کی وحدت کے لئے سخت خطرہ بن سکتی ہیں۔ ان حالات کے اندر اسلامی نظام کا سوال ایک بے وقت سوال ہے جس کے اٹھ کھڑے ہونے سے اندیشہ ہے کہ بیرونی خطرات اور اندرونی مشکلات دونوں میں اضافہ ہو جائے گا۔

دوسری بات یہ ہے کہ کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اگر پاکستان میں مذہبی حکومت قائم کرنے کی کوشش کی گئی تو لازمی طور پر اس کا رد عمل ہندوستان میں یہ ہو گا کہ ہندو ہماسبھا کی تحریک کو تقویت ہوگی اور وہاں بھی ایک لادینی جمہوری حکومت کی جگہ خاص مذہبی حکومت قائم کرنے کی کوشش کی جائیگی جس سے اقلیتوں کو بالعموم اور مسلمانوں کو بالخصوص نقصان پہنچے گا اور ان کی رہی رہی آزادی بھی خطرے میں پڑ جائے گی۔ میں ان دونوں باتوں کا مختصراً جواب دوں گا۔

خطرات کے غدر کا جواب | پہلی بات کے جواب میں گزارش ہے کہ ان خطرات کی وجہ سے اس چیز کو ملتوی کرنا اس طرح جائز ہو سکتا ہے جس کی خاطر ہی ہم نے ان خطرات کو دعوت دی ہے۔ میں شروع میں تفصیل کے ساتھ بیان کر چکا ہوں کہ اگر ہم اسلام اور اسلامی زندگی اپنے لئے ناگزیر خیال نہ کرتے ہوتے اور اس کو کسی وجہ سے بھی ملتوی کرنا ہمارے لئے جائز ہوتا تو ہمارے لئے پاکستان کے مطالبہ کے لئے کوئی معقول وجہ نہ تھی۔ ہم نے یہ خطرناک مطالبہ کیا ہے اس وجہ سے تھا کہ ہم ہر خطرہ کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ لیکن اسام کو ملتوی نہیں کر سکتے۔ پھر یہ کتنی نامعقول بات ہوگی کہ ہم اپنے مسلمان بننے کو ملتوی رکھ چھوڑیں، اس وجہ سے کہ کچھ خطرات اور مشکلات ہیں۔ اگر ان خطرات اور مشکلات کی وجہ سے اسلام کو نظر انداز کیا جاسکتا ہے تو پھر نہ تو ہندوستان کو تقسیم کرانے ہی کی کوئی ضرورت تھی اور نہ اپنی قوم کو ان مصائب میں مبتلا کرنے ہی کی کوئی وجہ تھی، جن میں آپ اس کو مبتلا کر چکے۔ لیکن یہ سب کچھ گزرنے کے بعد یہ کتنی عجیب بات ہے کہ خطرات و مصائب کے احساس نے ہم کو اسی چیز سے دستبردار ہونے پر مجبور کر دیا ہے جس کو ہم اپنی زندگی کے لئے سانس کی طرح، بلکہ اس سے بھی زیادہ ضروری خیال کرتے تھے۔

نہیں ہے یہ بار بار ایک بات بعض لوگوں کی سمجھ میں نہ آئے، اس وجہ سے ان خطرات پر ایک

دوسرے پہلو سے غور کیجئے! یہ سارے خطرات جو آج موجود ہیں اور جو کل پیدا ہو سکتے ہیں، یہ اس ملک کے سر پر اس وقت تک برابر منڈلاتے رہیں گے، جب تک یہ صرف ایک چھوٹی ٹی سی پاکستانی قوم کا قومی وطن (Home Land) ہے۔ جب تک آپ محض ایک قوم ہیں، اس وقت تک آپ کے لئے اور اس ملک کے لئے نہ ہندوستان کی طرف سے مطمئن ہونے کی کوئی صورت ہے، نہ روس کی طرف سے، اور نہ ایران و افغانستان کی طرف سے۔ ایران و افغانستان کے ساتھ اگرچہ آپ سمجھتے ہیں کہ آپ کا رشتہ اخوت کا رشتہ ہے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ آپ کی ترقی جس طرح ہندوستانی قومیت کے مفاد کے خلاف ہے اسی طرح ایرانی و افغانی قومیت کے بھی خلاف ہے، اس وجہ سے کہ بحیثیت ایک "قوم" کے دنیا کی تمام دوسری قوموں کے ساتھ آپ کا فطری تعلق عداوت اور رقابت ہی کا ہو سکتا ہے نہ کہ دوستی، اخوت اور ہمدردی کا۔ ایک قوم رہتے ہوئے آپ دنیا کی دوسری قوموں سے زیادہ سے زیادہ جس بات کی توقع کر سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ ظاہر میں وہ آپ کے مفاد کو نقصان پہنچانے کی کوئی کوشش نہ کریں اور آپ کے تعاون کا جواب تعاون سے دیں، اور یہ توقع بھی صرف ان ہی قوموں سے کر سکتے ہیں جن کے سیاسی مصلح ان کو اس بات پر مجبور کریں کہ وہ آپ کے ساتھ رواداری اور تعاون کا رابطہ رکھیں۔ اسی وجہ سے جو خطرات آپ آج محسوس کر رہے ہیں ان خطرات کے کا فور ہونے کی توقع کل بھی نہیں کی جا سکتی اور اگر ان کی وجہ سے آپ اسلامی نظام کے قیام کو ملتوی کر رہے ہیں تو پھر اس کو ہمیشہ کے لئے ملتوی ہی سمجھئے۔

اصل قوت اسلام ہے کسی قوم کے لئے دوسری قوموں کی طرف سے بے خوف اور مطمئن ہونے کا کوئی راستہ ہی نہیں ہے، بجز اس ایک راستہ کے کہ اپنے وسائل و ذرائع اور اپنی مادی اور جسمانی قوتوں کے لحاظ سے وہ تمام معاصر قوتوں سے بازی لے جائے۔ لیکن پاکستان جیسے محدود ذرائع رکھنے والے ملک کے لئے، بالخصوص جبکہ وہ ہر طرف سے وسیع ذرائع رکھنے والی رقیب طاقتوں سے گھرا ہوا ہے، ایسی عظمت حاصل کر لینا کہ وہ دنیا کی قوموں سے ڈرنے کے بجائے خود ان کے لئے خطرہ بن جائے اگرچہ بحال نہیں ہے لیکن قومی راستوں سے یہ مقام حاصل کرنا ناممکن نہ کہ ایک

مدت دراز تک کے لئے محال ہے۔ البتہ اس کا ایک طریقہ ہے اور وہ یہ ہے کہ پاکستان کے باشندے ایک "قوم" بننے کے بجائے "ملت مسلمہ" بننے کی ہمت کریں اور پاکستان کو پاکستانی قومیت کا وطن بنانے کی جگہ اس کو اسلامی دعوت اور اسلامی تحریک کا مرکز بنائیں۔ یہ اسلامی تحریک بلاشبہ ایک ایسی چیز ہے جس کی طرف بلا امتیاز نسل و قوم تمام دنیا کو بلایا جاسکتا ہے اور تمام نسل انسانی کے لئے اس کے اندر کشش ہو سکتی ہے۔ یہ کوئی قومی اور وطنی چیز نہیں ہے بلکہ ایک اصولی چیز ہے۔ اس کو تمام دنیا پر غالب کرنے کے لئے مادی وسائل و ذرائع کی ضرورت نہیں بلکہ صرف اس کی طرف دعوت اور اس کے مظاہرہ کی ضرورت ہے۔ اس کو دنیا سے منوانے کے لئے مادی اور جنگی قوتوں کی پشت پناہی درکار نہیں ہوگی، بلکہ اسلامی تعلیمات کی خود اپنی قوت اور حاکمیت اس کے لئے فوج اور لشکر کا کام دیگی، دنیا کی قومیں اس کو کسی قوم کا غلبہ سمجھ کر اس کے خلاف بغاوت کرنے کے بجائے ان لوگوں کے خلاف بغاوت کریں گی جو اس کے خلاف نفرت پھیلانے کی یا اس کی مزاحمت کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس طرح اگر آپ چاہیں تو آپ دفعۃً اپنی اور اپنے اس ملک کی حالت بدل دے سکتے ہیں۔ آج ہر طرف سے دوسرے آپ کے لئے خطرہ بنے ہوئے ہیں اور آپ ان سے ڈر رہے ہیں لیکن کل رات اگر آپ نے اپنی حالت بدل لی، آپ تمام دنیا کے لئے رحمت بن جائیں گے اور سب آپ کی راہ دیکھیں گے۔ عربوں کی قوم ایک نہایت چھوٹی سی قوم تھی، ان کے وسائل و ذرائع نہ صرف محدود بلکہ بہت کم تھے، اگر وہ محض اپنے قومی وسائل کے بل پر لاکھ برس بھی کوشش کرتے تو شاید اونٹوں کی چرواہی سے آگے نہیں بڑھ سکتے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اسلام کی عزت سے ان کو سرفراز کیا اور وہ اس کو لے کر اٹھے اور حشمت زدن میں مراکش سے لے کر دیوار چین تک پھیل گئے، اور زمین کے ہر گوشے میں انسانیت کے نجات دہندوں کی حیثیت سے ان کا خیر مقدم کیا گیا۔ یہ راہ آپ کے لئے بھی کھلی ہوئی ہے اگر آپ اسلامی دعوت اور اسلامی سیرت کے ساتھ اس راہ پر چلنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوں گے، تو کوئی وجہ نہیں کہ آپ کو کامیابی حاصل نہ ہو۔

یہ خیال نہ کیجئے کہ ترکوں نے مذہب اور خلافت سے جو دستبرداری کا اعلان کیا، اس کی وجہ خدا نخواستہ یہ تھی کہ اس زمانہ میں مذہب اور خلافت کے لئے دنیا میں کوئی گنجائش باقی نہیں رہی ہے، ترکوں کے پاس نہ مذہب تھا اور نہ خلافت باقی۔ ایک سب سے جان سی موکیت تھی جس کو انہوں نے خلافت کا نام دے رکھا تھا۔ اس طرح کی کسی چیز کے لئے بلاشبہ موجودہ زمانہ میں کوئی گنجائش نہیں ہے اور اچھا ہوا کہ ترکوں نے اس ڈھونگ کو ختم کر دیا۔ ہم آپ کو ترکوں کی دفن کی ہوئی لاش کو اکھاڑنے کی دعوت نہیں دے رہے ہیں بلکہ اس نظام سلامی کو قائم کرنے کی دعوت دے رہے ہیں جو حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کی رہنمائی میں قائم ہوا تھا۔ سلطان عبدالحمید اور عبدالحمید کی خلافت کے اجیار کے لئے نہیں پکار رہے ہیں۔ امامت اقوام کا منصب اسائنس کی ترقیوں نے اب چھوٹی چھوٹی قومی اور وطنی ریاستوں کے لئے کوئی جگہ باقی نہیں چھوڑی ہے۔ اب دنیا ایک عالمگیر ریاست (World State) کے قیام کی ضرورت ہے۔ چینی کے ساتھ محسوس کر رہی ہے اس کی اسی مخفی خواہش کا اظہار پہلی جنگ عظیم کے بعد جمعیت اقوام کی صورت میں ہوا تھا اور اب دوسری جنگ عظیم کے بعد یو این او کی شکل میں ہوا ہے، لیکن ایک عالمگیر ریاست کے لئے جو بنیادی اصول درکار ہیں، دنیا ان سے نا آشنا ہے۔ اس وجہ سے ایک بچے کی طرح دنیا اپنے درد کا اظہار تو کرتی ہے لیکن نہ تو وہ اس درد کو بیان کر سکتی ہے اور نہ اس کے علاج کا ہی اس کو علم ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جس طرح جمعیت اقوام کا ناقص علاج ناکام رہا اسی طرح یو این او کا غلط علاج بھی ناکام ہو رہا ہے۔ روس ایک اصولی تحریک لے کر اٹھا تھا اور بہنوں کو یہ گمان تھا کہ وہ اس دنیا کے اس مطالبہ کو پورا کر دے گا، لیکن اس کو اپنے اصولوں کی کمزوری کی وجہ سے بالآخر اپنے خون میں سمٹ جانا پڑا۔ ہم کو اس بات کا پورا یقین ہے کہ دنیا کی اس ضرورت کو صرف اسلامی نظام ہی پورا کر سکتا ہے۔ لیکن کسی نظام کو پیش کرنے کا کام کوئی فرد واحد خواہ وہ کتنا ہی بڑا ہو، انجام نہیں دے سکتا۔ یہ کام درحقیقت ایک ملک کے کرنے کا ہے، اور اگر پاکستان اس کام کا بیڑا اٹھا تو اس کی اپنی مشکلات کا بھی اس میں علاج ہے اور دنیا کی ساری مشکلات کا بھی اس میں خاتمہ ہے ہماری دلی آرزو اور دعا ہے کہ پاکستان اس کام کو انجام دینے کی توفیق پائے اور دنیا کی امامت کی ذمہ داریاں

سنجھائے۔

ہندوں کی مذہبی حکومت کا ہونا | دوہرا اندر جو پیش کیا جاتا ہے وہ بھی بے بنیاد ہے اور اس کے بے بنیاد ہونے کے متعدد وجوہ ہیں، جن میں سے بعض کی طرف میں اشارہ کروں گا۔

اول تو اس بات کو خوب یاد رکھئے کہ ہندوستان میں ہندو مذہبی حکومت نہیں قائم کیو ہے یہاں تو اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ ان کو اپنی مسلمان اقلیت کا لحاظ ہے۔ جہاں تک اقلیتوں کا تعلق ہے، ان کے حقوق تلف کرنے کے لئے ہندوں کی ایک لادینی جمہوری ریاست بھی اسی طرح بے رحم ثابت ہو سکتی ہے جس طرح ان کی ایک مذہبی حکومت ہو سکتی ہے، البتہ وہ مذہبی حکومت کا نام اگر نہیں لے رہے ہیں اور نہیں لے سکتے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے مذہب کی بنیاد ذات پات کے ایسے امتیازات پر ہے کہ ان کی قوم خود مذہبی حکومت کو برہاشت نہیں کر سکتی، اور اگر کوئی مذہبی حکومت قائم کرنے کی کوشش کی گئی تو اس کے خلاف سب سے پہلے خود ہندو قوم بغاوت کرے گی اس وجہ سے یہ چیز ہمارے ڈرنے کی نہیں ہے بلکہ آپ کو خواہش کرنی چاہیے کہ ایسا ہو۔ اگر آپ پاکستان میں اسلام کی حکومت قائم کریں اور ہندو اس کے حجاب میں ہندوستان میں اپنی مذہبی حکومت قائم کر دیں تو یہ مقابلہ انشا اللہ آپ کے لئے نہایت مفید ثابت ہوگا۔ اس مقابلہ میں اسلام کی وہ خوبیاں اور صلاحیتیں تمام دنیا پر واضح ہو جائیں گی جو ایک مدت سے لوگوں کے سامنے نہیں ہیں، ان کے واضح ہونے کے بعد آپ گھاٹے میں نہیں بلکہ نفع میں رہیں گے۔

غیر مسلموں کے حقوق | دوسری بات یہ ہے کہ ہندوں اور غیر مسلموں کو اگر ہماری مذہبی حکومت سے کوئی شکایت ہو سکتی ہے تو اس حالت میں ہو سکتی ہے، جب کہ اس کے زیر سایہ ان کے حقوق تلف ہونے کا کوئی اندیشہ ہو، یا ایک لادینی ریاست میں ان کو زیادہ حقوق پانے کی توقع ہو۔ اگر یہ باتیں نہ ہوں تو پھر کوئی وجہ نہیں ہے کہ وہ خواہ مخواہ ایک لادینی ریاست ہی کے قیام پر اصرار کریں میں اسلام کے متعلق جو تصور بہت عام رکھتا ہوں، اس کی بنیاد یہ کہہ سکتا ہوں کہ کوئی لادینی جمہوری ریاست اپنے اندر بسنے والی اقلیتوں کو جو زیادہ سے زیادہ حقوق دیتی ہے، اسلامی حکومت اپنے دائرہ

کے اندر بسنے والی غیر مسلم رعایا کو اس سے کہیں زیادہ حقوق دیتی ہے، البتہ اسلام نے حقوق اور ذمہ داریوں میں فرق کیا ہے۔ ذمہ داریوں کا بوجھ صرف ان لوگوں پر ڈالا ہے جو اسلام پر ایمان رکھتے ہیں، لیکن حقوق میں اسٹیٹ کے اندر بسنے والے ہر فرد کو یکساں شریک کیا ہے خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم ہو۔ ایک اسلامی اسٹیٹ کے اندر غیر مسلموں کے حقوق نمائشی نہیں ہوتے بلکہ واقعی اور قطعی ہوتے ہیں اور اسلامی اسٹیٹ ان کے لئے خلق اور خالق دونوں کے آگے جوایدہ ہوتی ہے۔ اس کے برعکس لادینی جمہوری ریاستوں کے اندر اقلیتوں کے حقوق محض نمائشی ہوتے ہیں جو کاغذ پر تو نظر آتے ہیں لیکن واقعات کی دنیا میں نہ تو ان کا کوئی وجود نظر آتا ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ یہ ممکن ہے کہ کوئی لادینی جمہوری ریاست اقلیت کے کسی فرد کو وزارت کے منصب پر سرفراز کرنے لیکن کوئی اقلیت اپنے حقوق پر اصرار کر کے کسی جمہوری ریاست کے اندر نپٹ نہیں سکتی۔ غیر مسلموں کو اگر شکایت ہو سکتی ہے اور بجا طور پر ہو سکتی ہے تو آپ کی ان تباہیوں کی وجہ سے ہو سکتی ہے جو آپ نے ۱۵ اگست کے بعد ان پر کی ہیں اور جن کے سبب سے آپ نے ہندوستان میں بسنے والے مسلمانوں کو بھی نقصان پہنچایا ہے اور اسلام کو بھی سخت ہدنام کیا ہے؟ لیکن یہ ساری حرکتیں تو آپ کر گزرے اور آپ نے ذرا نہ سوچا کہ ان کے اثرات آپ کے کروڑوں بھائیوں پر اور آپ کے دین پر کیا پڑیں گے، لیکن جب صحیح کام کرنے کا وقت آیا ہے اور جس کو انجام دے کر آپ اسلام کی، ہندوستان کے مسلمانوں کی، پاکستان کے غیر مسلموں کی اور اور خود اپنی ایک سچی خدمت انجام دے سکتے ہیں تو آپ ڈر رہے ہیں کہ ادھر آپ نے اس کا ارادہ کیا اور ادھر ہندوستان کے مسلمان تباہ ہو گئے۔ بلاشبہ سچی حکومت کا نام لینے سے غیر مسلموں کو کچھ بدگمانیاں ہوں گی، لیکن یہ بدگمانیاں اسی وقت تک باقی رہیں گی جب تک ان کے سامنے اس کی صحیح صورت نہیں آسکی، لیکن جو نہی اس کا اصلی نقشہ ان کے سامنے آیا، وہ اس کو ایک لادینی جمہوری ریاست پر بہر حال ترجیح دیں گے اور اس کے زیر سایہ رہنا اپنی خوش قسمتی سمجھیں گے، بشرطیکہ آپ اسلامی حکومت

قائم کریں۔

علماء اہل تشائخ سے گزارش آتھیں مجھے علماء و شائخ سے یہ عرض کرنا ہے کہ وہ اپنی سرشار پر یہ کہہ سکتے ہیں۔ انہوں نے جس پاکستان کے حصول کے لئے اللہ اور حمل کے نام پر اپیل کی تھی، وہ حاصل ہو چکا ہے اور اس کی دستور ساز اسمبلی نے اپنا کام بھی شروع کر دیا ہے۔ یہ دستور ساز اسمبلی آپ کی نمائندہ ہے اس وجہ سے آپ اس کے فیصلوں کے متعلق خدا کے آگے ذمہ دار ہوں گے۔ بلکہ اس دستور ساز اسمبلی کے لئے دو ہی امر کفایت ہیں، یا یہ ان وجود کی بنا پر جن کو میں شروع تقریر میں تفصیل کے ساتھ بیان کر چکا ہوں، دستور میں اس امر کا اقرار کریں کہ پاکستان کی بادشاہی خدا کی ہے اور اس کے نظام اور قانون کی بنیاد خدا کی شریعت پر ہے، یا وقت کے حالات اور ارباب کار کے رجحانات سے دب کر ایک لادینی جمہوری ریاست کے قیام کا فیصلہ کریں۔ یہ دونوں باتیں یکساں نہیں ہیں، بلکہ دونوں میں آسمان و زمین کا فرق ہے۔ اگر پہلی بات ہوئی تو نہ صرف دستور بدلے گا بلکہ اس ملک کا پورا نظام بدلے گا، اور مذہب جو ہمارے موجودہ نظام زندگی کے بے شمار شعبوں میں سے بعض ایک شعبہ اور نہایت حقیر شعبہ ہے، اس تبدیلی کے بعد اصلی مرکزی جگہ حاصل کرے گا، اور ہر چیز اس کے تابع ہو جائے گی۔ تسلیم میں مرکز نگاہ یہ ہوگا، تہذیب و تمدن میں سیاریہ قرار پائے گا، قانون اور نفاذ میں اصلی جگہ اس کو حاصل ہوگی، معاشی نظام اس کے سانچے میں ڈھلے گا، اور سیاسی نظام اس کی بنیاد پر قائم ہوگا، جس کا نتیجہ لازمی طور پر یہ ہوگا کہ موجودہ انداز اور پیمانے یکسر بدل جائیں گے جن کے بدل جانے سے ہو سکتا ہے کہ موجودہ نظام میں جو بڑے ہیں وہ آئندہ نظام میں چھوٹے ہو جائیں گے اور جو موجودہ نظام میں چھوٹے ہیں وہ آئندہ نظام میں بڑے ہو جائیں۔ اسی طرح اگر دوسری شکل ہوئی تو اس کے نتائج بھی نہایت دور رس ہوں گے۔ جہاں تک مذہب کا تعلق ہے ایک لادینی جمہوری ریاست کی طرف سے اس کے ساتھ وہی طرح کے سلوک کی توقع کی جا سکتی ہے، یا تو وہ چشم پوشی اور اغماض کا سلوک کریں یا غنا کی پالیسی اختیار کرے گی۔ تجربہ بتاتا ہے کہ یہ دونوں طرح کے سلوک لادینی حکومتیں دو مختلف طرح کے حالات کے اندر کرتی ہیں۔ جن ملکوں

کے اندر مذہبی احساس کمزور ہوتا ہے وہاں لادینی حکومتیں یا عموماً چشم پوشی کی پالیسی اختیار کرتی ہیں اور پیش نظر یہ بات ہوتی ہے کہ نظام غالب کے تحت یہ خصیصہ مذہبی احساس خود اپنی موت مر جاتا ہے اس کو مارنے کے لئے ہتھیار اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن جہاں مذہبی شعور قوی اور مذہبی ادارے طاقتور ہوں اور لادینی حکومت محسوس کرتی ہو کہ اس کی جڑیں اس زمین میں اس وقت تک پوری طرح پھیل سکتی ہیں جب تک مذہبی جڑیں نہ اکھاڑ دی جائیں، وہاں وہ پوری طاقت کے ساتھ اس بات کی کوشش کرتی ہے کہ مذہب کا نام و نشان بھی باقی نہ چھوڑے۔ میرا اندازہ ہے کہ پاکستان کے حالات اسی طرح کے ہیں اس وجہ سے اگر اس ملک میں کسی لادینی ریاست کے قیام کا فیصلہ ہوا تو اس کی تعمیر مذہب کی تخریب کے بعد ہی ممکن ہو سکیگی اور لادینییت کے اثر مجبوراً ہوں گے کہ اس سرزمین کو تمام مذہبی آثار اور حرکات سے اس طرح صاف کر دیں جس طرح کمال اتاترک اور اس کے ساتھیوں نے ترکی کو تمام مذہبی باقیات سے صاف کر دیا تھا۔

گروہی تعصبات کو خیر باد کہیے ان نتائج کی روشنی میں حضرات علماء راہبانی ذمہ داریوں کو خود سمجھ سکتے ہیں۔ اگر فی الواقع ان کو مذہب عزیز ہے تو ان کو اپنے گروہی تعصبات کو خیر باد کہہ کر بیک آواز مذہبی حکومت کے قیام کا مطالبہ کرنا چاہیے۔ آپ کو علم ہو گا کہ بعض یہاں ساز لوگوں کی طرف سے علماء کے فقہی اختلافات اور گروہی تعصبات کو اسلامی نظام حکومت کے خلاف بطور ایک انزام کے پیش کیا جاتا ہے۔ اس انزام کو دور کرنا ہمارے علماء کا فریضہ ہے۔ ہر گروہ کے علماء کو یہ اعلان کر دینا چاہیے کہ اسلامی حکومت کسی متعین فقہ پر مبنی نہ ہوگی کہ مختلف گروہوں کے تعصبات کو اس کے خلاف دلیل کے طور پر استعمال کیا جائے۔ اسلامی حکومت کی بنا اللہ اور رسول اور اولی الام کی اطاعت اور اجتہاد اور شعوری پر ہوگی۔ ان ہی اصولوں پر خلافت راشدہ کی بنیاد تھی اور اسی نظام کے اندر لوگ رائے کی حد تک اپنے اختلافات کو باقی رکھتے ہوئے بھی اولی الامر کے فیصلوں کی اطاعت کرتے تھے۔ یہی طریقہ ہماری اسٹیٹ کا بھی ہو گا۔ یہ طریقہ آزادی رائے کی بھی بہتر سے بہتر طریق پر حفاظت کرتا ہے اور اسٹیٹ کی آئینی اور انتظامی دفتروں کو بھی رفع کر دیتا ہے۔

صوفیا و شائخ کے کارنامے | میں حضرت شائخ و صوفیا کو بھی ان کی تاریخ یاد دلا نا چاہتا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ خلافت راشدہ کے بعد جب اسلامی حکومت نے اپنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی خصوصیت کھودی اور آہستہ آہستہ اسلامی نظام میں انتشار پیدا ہو گیا اور اس بات کا ڈر ہوا کہ اصلاح و دعوت کا کوئی نظام باقی نہ رہنے کی وجہ سے مسلمان دینی بے حسی اور گمراہی میں مبتلا ہو جائیں گے تو ہمارے بہت سے بزرگوں نے مسلمانوں کو اس بے دینی کے فتنے سے محفوظ رکھنے کے لئے اپنی استطاعت کے مطابق دعوت و ارشاد کے الگ الگ حلقے بنائے اور اس طرح لوگوں کو اپنے اپنے حلقے سے وابستہ کر کے حتی المقدور ان کو بے دینی اور گمراہی سے بچانے کی کوشش کی۔ ان بزرگوں کی ان کوششوں سے ایک طرف تو غیر مسلموں میں اسلام کی دعوت پہنچی اور دوسری طرف مسلمانوں میں بھی دینی روایات زندہ رہیں لیکن بعد میں ان حلقوں نے گدیوں کی صورت اختیار کر لی اور پھر آہستہ آہستہ ان گدیوں کے ساتھ ایک طرف تو لوگوں کے ذاتی مفاد وابستہ ہو گئے اور دوسری طرف ان کی تمام سماجی خدمت دین کے بجائے رسوم و رواج پر منحصر رہ گئی۔ اس تاریخ پر اگر ہمارے یہ مشائخ غور کریں اور شخصی وقار اور ذاتی مفاد کے پہلوؤں کو نظر انداز کر کے غور کریں تو وہ محسوس کریں گے کہ ان کے بزرگ اسلام نے جس مقصد حق کی خاطر اپنے یہ الگ الگ زاوے بنائے تھے اب اس مقصد کے لئے اس نظام شرعی کے قیام کا مروجہ اللہ تعالیٰ نے پیدا کر دیا ہے جو اس مقصد کے انجام دینے کا اصلی ذریعہ ہے۔ اس موقع کے پیدا ہونے کے بعد اب دعوت و ارشاد اور بیت و ارادت کی تمام انفرادی کوششوں کو ایک مرکز میں مرکوز کرنے کی سی کرنی چاہیے اور اس بات پر اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ دعوت و ارشاد کے جس مرکزی منارہ نور کے گر جانے کے سبب سے ہمارے بزرگوں کو یہ الگ الگ چراغ جلانے پڑے تھے، اب اس منارہ کو از سر نو تعمیر کرنے کی صورتیں پیدا ہو گئی ہیں اور اس کو تعمیر کر دینے کے بعد ایک ہی مرکز سے تمام دنیا کو روشنی پہنچائی جاسکے گی، اب اس بات کی ضرورت نہیں رہی کہ چھوٹے چھوٹے منارے بنا کر یاد دہانی سے محفوظ رکھنے کے لئے ان کو دامنوں کے نیچے چھپا کر رکھا جائے جیسا کہ ہمارے بزرگوں کو کرنا پڑا تھا، بلکہ اب اگر ہم وقت سے فائدہ اٹھائیں تو ایک ایسا باور ہاؤس تعمیر کر سکتے ہیں جو حادث

کے غلی الزعم اور طوفان کے برخلاف دنیا کو اپنی روشنی سے منور رکھ سکتا ہے۔

فیصلہ کن وقت ہے | مجھے امید ہے کہ ہمارے عمار اور مشائخ سے یہ حقیقت مخفی نہیں ہوگی کہ اسلامی

تحریریں اب اس ملک میں ایک فیصلہ کن مرحلہ میں داخل ہو گئی ہے، اب اس ملک میں یا تو مخالفین اسلام

رہے گا یا مخالفین کفر، کفر اور اسلام کی وہ ملی جلی حالت اب یہاں باقی نہیں رہے گی جو اب تک

رہی ہے۔ اب ان میں سے جو بھی آئے گا، پوری شوکت اور پورے جذبہ کے ساتھ آئے گا اور

وہی حکمران بن کے رہے گا۔ ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ آئے والا اسلام ہو اور وہی اس سرزمین پر حکمران

بن سکے رہے اور اس کوشش میں اگر ضرورت پڑے تو ہمیں سب کچھ قربان کر دینا چاہیے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین